عہدِ نبوی میں نظامِ تعلیم وتربیت کی اہمیت

از: مولانا ظفر دارک قاسمی
ریسرچ اسکالر شعبۂ دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ

حضرت محمدِ عربی ﷺ جس زمانے میں پیدا ہوئے اس وقت مکہ بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ حضور ﷺ کے خاندان کا تمغۂ امتیاز صرف یہ تھا کہ اس صنم کدے کے متولی اور کلید بردار تھے۔ آں حضرت ﷺ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ مکہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک غار تھا۔ جسے حرار کہتے ہیں، آپ وہاں جاکر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان لے جاتے، بخاری شریف کی روایت کے مطابق آپ غارِ حرا میں ''تحنث'' یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ عبادت غور وفکر اور عبرت پذیری تھی؛ چنانچہ اس غار میں آپ کو نبوت کے عظیم ترین منصب پر فائز کیا گیا۔ نبوت کے بعد جو حالات پیش آئے وہ کسی بھی طالبِ سیرت کی نگاہ سے مخفی نہیں ہے؛ چنانچہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کوئی متعین تعلیمی و دعوتی مرکز نہ تھا، جہاں رہ کر وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھتے۔ درحقیقت مکی دور میں خود رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی متحرک درس گاہ تھی۔ سفر وحضر، دن اور رات ہر حال اور ہر مقام میں آپ ﷺ ہی کی ذات دعوت وتبلیغ تھی۔ صحابۂ کرامؓ عام طور پر چھپ کر ہی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ کفارِ مکہ کی ستم رانیوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرامؓ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں مصروف رہے۔ مکی دور کے ایسے مقامات اور حلقہ جات کو دعوت وتبلیغ کے مراکز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ جہاں حالات کی نزاکت اور ضرورت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں اسلام کی نشر واشاعت کا کام ہوتا رہا، بنابریں۔ سطور ذیل میں مکے کے تعلیمی وتربیتی نظام پر روشنی ڈالی جائے گی۔

درس گاہ بیت ابوبکر

مکی دور میں دعوت و تبلیغ کا اولین مرکز حضرت صدیق اکبرؓ کا گھر تھا، آپ نے گھر کے صحن کو مسجد بنا رکھا تھا۔ ابتدا میں یہ ایک کھلی جگہ تھی جس میں آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھا کرتے تھے۔ عام طور پر آپؓ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو کفارِ مکہ کے بچے اور عورتیں ان کے گرد جمع ہوکر قرآن سنتے۔ جس سے وہ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہوتے۔ یہ صورتِ حال مشرکینِ مکہ کو بھلا کب گوارا تھی؛ چنانچہ انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو سخت اذیت میں مبتلا کیا، جس کی وجہ سے آپؓ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کرلیا؛ مگر راستے میں قبیلۂ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا اے ابوبکرؓ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا قوم نے مجھے ہجرت پر مجبور کردیا ہے، اب دنیا کی سیر کروں گا اور کسی گوشہ میں اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کروں گا؛ مگر ابن الدغنہ یہ کہہ کر آپؓ کو واپس لے آیا کہ آپؓ جیسے باکردار شخص کو ہجرت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور پھر حضرت صدیقؓ اکبر کے لیے اپنی پناہ کا اعلان کیا۔ ابوبکرؓ واپس تشریف لے آئے اور گھر کے صحن میں باقاعدہ مسجد بنالی:(۱)

مسجد ابی بکر میں نہ کوئی مستقل معلم مقرر تھا اور نہ کوئی باقاعدہ طالب علم تھا؛ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے یہ مسجد تعلیم وتربیت اور دینی مسائل سیکھنے کے لیے مکی دور کی اولین درس گاہ تھی اور یہیں سے تبلیغی خدمات انجام دی جاتی تھیں، نیز یہاں کفار مکہ کے بچے بچیاں اور عورتیں قرآن کے آفاقی پیغام کو سنتے تھے اور مائل بہ اسلام ہوتے تھے:

''حضرت ابوبکرؓ رقیق القلب انسان تھے، جب قرآن پڑھتے تو روتے، اس وجہ سے آپؓ کے پاس لڑکے، غلام اور عورتیں کھڑی ہوجاتیں، اور آپؓ کی اس ہیئت کو پسند کرتے، قریش کے چند لوگ ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اس سے کہا: اے ابن الدغنہ تو نے اس شخص کو اس لیے تو پناہ نہیں دی تھی کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ جب نماز میں وہ کلام پڑھتا ہے جو محمد ﷺ کا لایا ہوا ہے تو اس کا دل بھر آتا ہے اور وہ روتا ہے۔ اس کی ایک خاص ہیئت اور طریقہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں بچوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کے متعلق خوف ہے کہ کہیں یہ انھیں فتنے میں نہ ڈال دے؛ اس لیے تو اس کے پاس جا اور حکم دے کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہے اور اس میں جو چاہے کرے''۔

چنانچہ ابن الدغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ یا تو آپؓ اس طریقے سے باز آجائیں یا میری پناہ مجھے واپس لوٹا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے تیری پناہ تجھے واپس کردی۔ میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے(۲)۔

درس گاہ بیتِ فاطمہ

اسی طرح فاطمہ بنت خطاب کا گھر بھی دینی، تبلیغی، دعوتی، اور تربیتی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ حضرت عمرؓ بن خطاب کی بہن ہیں جنھوں نے ابتدائی دور میں ہی اپنے خاوند سعید بن زید سمیت اسلام قبول کرلیا۔ یہ دونوں میاں بیوی اپنے گھر میں ہی حضرت خبابؓ بن الارت سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت عمر ایک دن اسلام لانے سے پہلے تلوار لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے؛ لیکن راستے میں اپنی بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو انتہائی غصے کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر ان کے مکان پر پہنچے تو ان کو قرآن کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول پایا ابن اسحاق نے لکھا ہے:

وَعِندَهُمَا خبابؓ بنُ الإرُتِ مَعَهٗ صحيفة فيها طه يقرهما اياها(۳)

''ان دونوں کے پاس خباب بن الارت تھے جن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورۂ طہ لکھی ہوئی تھی جو وہ ان دونوں کو پڑھا رہے تھے۔''

حضرت عمر کی زبانی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بہنوئی کے یہاں دو مسلمانوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ایک خباب بن الارتؓ اور دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں۔ خباب بن الارت میری بہن اور بہنوئی کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔(۴) اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا یہ بیان ہے:

وكان القوم جُلوساً يقرؤن صحيفةً معهم(۵)

''اور ایک جماعت بیٹھ کر صحیفہ پڑھ رہی تھی جو ان کے پاس موجود تھا''

بیت فاطمہ بنت خطابؓ کو مکی دور میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کا مرکز کہا جاسکتا ہے جہاں کم از کم دو طالب علم اور ایک معلم تھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ کے بیان میں لفظ ''قوم'' کا اعتبار کیا جائے تو یقینی طور پر یہاں قرآن پڑھنے والی ایک پوری جماعت کا پتہ چلتا ہے۔

درس گاہِ شعب ابی طالب

کفارِ مکہ کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اپنے وحشیانہ جبر وتشدد سے اسلام کی اس تحریک کو موت کی نیند سلادیں گے؛ لیکن جب ان کی تمام مساعی اور تدبیروں کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا ہی چلا گیا اورانہوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ اور عمرؓ جیسے لوگوں نے بھی اسلام قبول کرلیا اور نجاشی کے دربار میں بھی ان کے سفیروں کو ذلت آمیز ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے تو اس چوٹ نے کفار مکہ کو مزید حواس باختہ کردیا؛ چنانچہ ان لوگوں نے طویل غوروخوض کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ اوران کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کردیا جائے؛ چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے قربت کرے گا؛ نہ ان کے ہاتھ خرید وفروخت کرے گا اور نہ ہی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ یہ معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ کے دروازے پر آویزاں کردیا گیا(٦)۔

حضرت ابوطالب مجبور ہوکر رسول اللہ ﷺ اور تمام خاندان بنی ہاشم سمیت شعب ابی طالب میں محرم ۷ نبوی میں محصور ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان سمیت اس حصار میں تین سال بسر کیے۔ ایامِ حج میں چونکہ تمام لوگوں کو امن کی خواہش تھی؛ اس لیے حج کے موسم میں رسول اللہ ﷺ شعب ابی طالب سے باہر نکل کر مختلف قبائلِ عرب کو دعوت دیتے؛ جبکہ باقی اوقات میں آپ ﷺ اسی گھاٹی میں مسلمانوں کی تربیت فرماتے۔ شعب ابی طالب میں خاندانِ بنی ہاشم کے علاوہ صحابۂ کرامؓ کی موجودگی کے اشارات بھی ملتے ہیں۔ امام سہیلی نے سعد بن ابی وقاص کا بیان نقل کیا ہے جوخود بھی محصورین میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

”میں ایک دن از حد بھوکا تھا۔ رات کو اندھیرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر آ گیا میں نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔ مجھے اتنا ہوش بھی نہ تھا کہ میں پتہ کرتا کہ وہ کیا چیز ہے اوراب تک مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں“ (۷)۔

اسی طرح حضرت عتبہ بن غزوان نے ایک دفعہ خطبۂ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتواں مسلمان تھا اور ہمارے پاس کھانے کے لیے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا حتی کہ ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں“ (۸)۔

درس گاہِ دارارقم

حضرت ارقم بن ابی ارقم ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے بھی الاصابہ میں ابن سعدؒ کے قول کو ہی اختیار کیا ہے؛ تاہم ابن الاثیر کے مطابق حضرت ارقم کا قبول اسلام میں دسواں یا بارہواں نمبر ہے(۹)۔

وَكَانَتُ دَارُهُ عَلَى الصَّفاء(۱۰) ''مکہ میں ان کا مکان کوہِ صفا کے اوپر تھا''۔

دارِارقم کے نام سے شہرت حاصل کرنے والے اس مکان کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ مکان ''دارُالاسلام'' کے متبرک لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے(۱۱)۔

مشرکینِ مکہ جب اسلام کے پھیلاؤ کو کسی طرح بھی نہ روک سکے تو انھوں نے کمزور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں آزادانہ نماز ادا کرنے سے روکتے، ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں خلل انداز ہوتے۔ دست درازی کرتے اور اکثر ان کا رویہ انتہائی گستاخانہ ہوتا تھا۔ حالات اس قدر نازک ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کے لیے گوشوں اور گھاٹیوں تک میں محفوظ اور آزادانہ طور پر عبادت اور نماز کا ادا کرنا ممکن نہ تھا۔

''ایک دفعہ مسلمان مکہ کی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کے ایک گروہ نے انھیں دیکھ لیا اور ان کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی تک پہنچ گئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو اونٹ کی ہڈی کھینچ ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا''(۱۲)۔

یہ وہ سنگین حالات تھے جن میں رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر ''دارارقم'' میں پناہ گزیں ہو گئے؛ تاکہ مسلمان پورے انہماک سے اپنے رب کے حضور اپنی جبینِ نیاز کو جھکا سکیں؛ چنانچہ جلد ہی ''دارارقم'' دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا، جہاں پر نہ صرف لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا جاتا تھا؛ بلکہ ان کی مناسب تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس بھی کیا جاتا تھا۔ ابن سعد اسد الغابہ میں اس کی تائید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ابتدائے اسلام میں اس مکان میں رہتے تھے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور بہت سے لوگ یہاں مشرف بہ اسلام ہوئے''(۱۳)۔

صاحب طبری نے بھی مکی عہدِ نبوت میں دارارقم کو دعوتی، تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں کا مرکز

قرار دیا ہے، جہاں پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا؛ چنانچہ حضرت ارقمؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَكَانَتْ دَارُهُ عَلَى الصَّفَا، وَهِيَ الدَّارُ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَكُوْنُ فِيهَا فِي أَوَّلِ الإِسْلَامِ وَفِيهَا دَعَا النَّاسَ إِلَى السَّلَامِ فَأَسْلَمَ فِيهَا قَوْمٌ كَثِيرٌ(۱۴)

''حضرت ارقمؓ کا گھر کوہِ صفا پر واقع تھا، آغازِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھر میں رہا کرتے تھے، یہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے اور یہاں پر بہت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے''

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ دارارقم تعلیمی وتربیتی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ مکی عہد میں دعوتی انتظام وانصرام کا بھی مرکز تھا۔

''یہ ارقم بن ابی ارقمؓ وہی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قریش سے پوشیدہ مقیم رہتے تھے۔ کھل کر سامنے آنے سے قبل، اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت ارقم کا یہ مکان مکہ میں کوہِ صفا پر واقع تھا؛ چنانچہ یہاں پر بہت بڑی جماعت نے اسلام قبول کیا''(۱۵)۔

دارارقم کو مرکزِ اسلام بننے کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام قدرے اطمینان کے ساتھ ہونے لگا۔ دعوتِ اسلام کا یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کے بے کس، غریب اور غلام اس نئی تحریک میں اپنی دنیا وآخرت کی نجات تصور کرتے ہوئے داخل ہوتے تھے۔

نیز دارارقم نہ صرف ضعفائے اسلام کی جائے پناہ تھی؛ بلکہ یہاں صحابۂ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کے ساتھ اجتماعی طور پر عبادات، ذکر اللہ اور دعاؤں کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا تھا۔ اس میں وہ دعا خصوصیت سے قابل ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطابؓ اور (ابوجہل) عمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے قبولِ اسلام کے لیے مانگی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اپنی بہن فاطمہ بنت خطابؓ کے گھر سورۂ طٰہٰ کی تلاوت سنی تو کایا ہی پلٹ گئی، ان کو مائل بہ اسلام دیکھ کر حضرت خطابؓ بن الارت نے انھیں خوشخبری کے انداز میں بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دارارقم میں یہ دعا کرتے سنا ہے:

اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الإِسْلَامَ بِأَبِي الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ(۱۶)

''اے اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطابؓ سے اسلام کی تائید فرما''؛ چنانچہ حضرت عمرؓ

یہاں سے سیدھے دارارقم پہنچے اور اسلام قبول کرلیا۔

دارارقم بحیثیت دارالشوریٰ

دارارقم ''دارالاسلام'' ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان کے لیے ''دارالشوریٰ'' بھی تھا۔ پہلی اور دوسری ہجرتِ حبشہ جیسے اہم معاملات بھی اسی جگہ باہمی مشاورت ہی سے انجام پائے۔

''رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا! اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے، جس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس مشکل سے نجات دلادے جس میں تم گرفتار ہو'' (۱۷)

ان الفاظ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطاب صحابۂ کرامؓ کے کسی اجتماع سے ہی ہوگا جو دارارقم میں انعقاد پذیر ہوگا۔ اسی طرح ایک روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جمع ہوئے اور باہمی مشاورت سے طے کیا کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز سے پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا، لہٰذا کوئی ایسا شخص ہو جو یہ فریضہ انجام دے؛ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے یہ ذمہ داری قبول کی اور قریش کو ان کی مجلس میں جاکر قرآن کی طرف دعوت دی (۱۸)۔

البتہ یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ کی یہ مجلس مشاورت کہاں پر منعقد ہوئی؟ تاہم غالب گمان یہی ہے کہ یہ مجلسِ مشاورت دارارقم ہی میں قائم ہوئی ہوگی؛ کیونکہ اس کے علاوہ صحابہ کا اجتماع کسی اور جگہ پر مشکل تھا۔

جس طرح ''عام الفیل'' اور ''حلف الفضول''، جیسے واقعات کے حوالے سے اہلِ مکہ اپنی معاصر تاریخ کے واقعات کا تعین کرتے تھے، مسلمان مورخین بھی مکی نبوت میں سیرت و تاریخِ اسلام کے واقعات کا تذکرہ اور اندراج بھی محمد ﷺ کے دارارقم میں فروکش ہونے کے حوالے سے کرتے ہیں۔ مثلاً مورخ ابن الاثیر نے مسعود بن ربیعہ، عامرؓ بن فہیرہ، معمرؓ بن حارث وغیرہ کے تراجم (تذکروں) میں وضاحت کی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دارارقم میں منتقل ہونے سے قبل مسلمان ہوچکے تھے۔ اسی طرح معصبؓ بن عمیر، صہیبؓ بن سنان، طلیبؓ بن عمیر، عمار بن یاسرؓ، عمر فاروقؓ وغیرہ کے تذکروں میں ابن الاثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ دارارقم میں جاکر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے (۱۹)۔

مہاجرینِ مکہ میں سے اولین وسابقین اسلام کے قبول دینِ حق کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا ہے

کہ وہ حضرات کون کون تھے جو دارارقم کو دعوتِ دین کا مرکز بنانے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابن سعد نے مندرجہ ذیل صحابۂ کرامؓ کے تذکروں میں یہ بات خصوصیت سے ذکر کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دارارقم میں تشریف فرما ہونے سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے:

حضرت خدیجہؓ، ابوبکرؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، زیدؓ بن حارثہ، عبیدہؓ بن حارث، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، عبداللہؓ بن جحش، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، عبداللہؓ بن مسعود، خبابؓ بن الارت، مسعودؓ بن ربیع، واقدؓ بن عبداللہ، عامرؓ بن فہیرہ، ابوسلمہؓ بن اسد، سعیدؓ بن زید، عامرؓ بن ربیعہ، خنیسؓ بن حذافہ، عبداللہؓ بن مظعون اور حاطب بن عمرو۔

اسی طرح ابن سعد نے ان بزرگوں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھی ہے جو دارارقم کے اندر آکر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان صحابۂ کرامؓ میں حضرت صہیبؓ، عمار بن یاسرؓ، معصبؓ بن عمیر، عمر بن خطابؓ، عاقلؓ بن ابی بکر، ایاسؓ بن ابی بکر اور خالد بن ابی بکر شامل ہیں (۲۰)۔

دارارقم میں قیام کی مدت

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرز ترتیب سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک دارارقم کو دین حق کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز ومحور بنانے کا واقعہ ایک ایسا نقطۂ تغیر ہے جس نے دنیا کی بے مثال اور انقلابی اسلامی تحریک کو ایک نیا رخ عطا کرنے میں ایک محفوظ پناہ گاہ اور بے مثال تربیت گاہ کا کام دیا۔ اس بات پر تمام مورخین اور محققین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام تک دارارقم میں ہی مقیم رہے؛ جبکہ بعض روایات کے مطابق حضرت عمرؓ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا تھا؛ البتہ مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ دارارقم میں کب فروکش ہوئے اور کتنا عرصہ دارارقم مسلمانوں کی پناہ گاہ کا کام دیتا رہا۔ اگر چہ بعض مورخین نے دارارقم میں قیام کی مدت کے حوالے سے چھ ماہ اور ایک ماہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں (۲۱)۔

لیکن اگر ماخذ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کا قیام کافی مدت تک رہا ہے۔ اگر چہ اس مدت کا تعین تو مشکل ہے اور یہ بتانا بھی ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کب دارارقم میں پناہ گزین ہوئے؛ تاہم مورخین کے بعض نامکمل اشارات سے ہم اس مدت کا

اندازہ کر سکتے ہیں، مثلاً ابن الاثیر نے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے نکلے۔ ان کا ارادہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا تھا۔ مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ دارارقم میں جمع تھے۔ جو کوہِ صفا کے پاس تھا۔ اس وقت آں حضرت ﷺ ان مسلمانوں میں سے تقریباً چالیس مرد و زن کے ساتھ وہاں پناہ گزین تھے جو ہجرت حبشہ کے لیے نہیں نکلے تھے (۲۲)۔

ابن الاثیر کے اس قول سے واضح ہوتا ہے:

(۱) حضرت عمرؓ نے ہجرتِ حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا جبکہ ابن قیم نے تصریح کی ہے کہ پہلی ہجرت حبشہ ماہ رجب ۵ نبوی میں پیش آئی (۲۳)۔

(۲) دارارقم میں صرف وہ مسلمان پناہ گزین ہوئے تھے جو کسی وجہ سے حبشہ کی طرف ہجرت نہ کر سکے تھے۔ لہٰذا ان باقی ماندہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس تھی، نہ کہ اس وقت تک اسلام قبول کرنے والوں کی کل تعداد ہی چالیس تھی۔

پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ کا فیصلہ دارارقم ہی میں باہمی مشاورت سے ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اگر حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام اور ہجرتِ حبشہ کے درمیانی عرصہ کو شمار کیا جائے تو وہ بھی ایک سال سے زائد ہی بنتا ہے؛ جبکہ یہ یقینی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرتِ حبشہ سے کافی پہلے دارارقم میں پناہ گزیں ہو چکے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی ایک دو سالوں میں ہی رسول اللہ ﷺ دارارقم میں مقیم ہو گئے تھے۔ مثلاً! ابن الاثیر حضرت عمارؓ بن یاسر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اپنے اسلام لانے کے بعد) دیکھا تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف پانچ غلام، عورتیں اور ابوبکر صدیق تھے'' (۲۴)۔ مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسر ابتدا میں اسلام قبول کرنے والے سات آدمیوں میں سے تھے (۲۵)؛ جبکہ اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے دارارقم میں جا کر اسلام قبول کیا (۲۶)۔ اس صورت میں تو رسول اللہ ﷺ کا ابتدائے اسلام ہی میں دارارقم میں قیام پذیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت حمزہؓ نے کب اسلام قبول کیا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال اور بعض نے اعلانِ نبوت کے چھٹے سال۔ لیکن محققین کی تحقیق یہ ہے کہ آپؓ اعلان نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے؛ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں:

وَأَسْلَمَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْبِعْثَةِ وَلَازَمَ نَصْرَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهَاجَرَ مَعَهُ(۲۷)

''آپؓ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کی''

أَسْلَمَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الْمَبْعَثِ(۲۸) ''آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے''

حضرت عمرؓ نے حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے کے صرف تین دن بعد اسلام قبول کیا اور علماء محققین کی یہ رائے بھی بیان کی گئی ہے کہ صحیح قول کے مطابق حضرت حمزہؓ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمر نے نبوت کے دوسرے سال حضرت حمزہ کے تین دن بعد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ اس قول کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ آپؓ سے پہلے انتالیس مرد مسلمان ہوچکے تھے۔ آپؓ کے مسلمان ہونے سے چالیس کا عدد پورا ہوا۔ حضرت عمر کا بیان ہے:

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لاچکے ہیں اور میں نے ایمان لاکر چالیس کا عدد مکمل کیا''(۲۹)۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ اگر محققین کے اس قول کا اعتبار کیا جائے کہ حضرت حمزہؓ اور عمرؓ نے نبوت کے دوسرے سال ہی اسلام قبول کرلیا تھا تو یہ حقیقت مزید واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ بہت ابتدا ہی میں دارارقم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بناچکے تھے؛ کیونکہ اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں حضرات نے دارارقم میں ہی جاکر اسلام قبول کیا تھا۔

خلاصہ

مورخینِ اسلام اور سیرت نگاروں کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ:

- رسول اللہ ﷺ یہاں آنے والے طالبانِ حق کو دعوتِ اسلام دیتے تھے اور جو یہاں آیا فیض ہدایت پاکر ہی نکلا۔
- دارارقم مسلمانوں کے لیے اطمینانِ قلب کا مرکز تھا، بالخصوص نادار، ستائے ہوئے اور مجبور و مقہور اور غلام یہاں آکر پناہ لیتے تھے۔
- یہاں پر ذکر اللہ اور وعظ وتذکیر کا فریضہ بھی مسلسل انجام پاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اجتماعی دعائیں بھی فرماتے تھے۔ حضرت خبابؓ کے بیان سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ محسنِ انسانیت یہاں راتوں کو بھی بندگان خدا کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا فرماتے تھے۔

- اس مکان میں مبلغینِ اسلام کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا تھا، تبلیغ کے آئندہ منصوبے بنتے تھے اور خود مبلغین کی تربیت کا کٹھن کام بھی انجام پاتا تھا۔ دارارقم کے تربیت یافتہ معلّمین میں سے حضرت ابوبکرؓ، خبابؓ بن الارت، عبداللہ بن مسعودؓ اور مصعبؓ بن عمیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
- دارارقم مسلمانوں کے لیے ''دارالاسلام'' ہونے کے ساتھ ساتھ ''دارالشوریٰ'' بھی تھا، جس میں باہمی مشاورت سے آئندہ تبلیغ کے منصوبے بنتے تھے۔ ہجرتِ حبشہ کا فیصلہ بھی باہمی مشورہ سے یہیں پر طے ہوا، اور اس جگہ کو تاریخِ اسلام میں وہی مقام حاصل تھا جو قریش کے ہاں دارالندوہ کو حاصل تھا۔
- دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کا پناہ گزین ہونا ایک تاریخ ساز مرحلہ تھا اور یہ بھی حلف الفضول، حرب الفجار اور عام الفیل جیسا واقعہ تھا جس طرح کفار مکہ اپنی معاصر تاریخ کا تعین ان واقعات سے کرتے تھے، اسی طرح مسلمان مورخین بھی مکی عہد نبوت میں پیش آنے والے واقعات کا تعین دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کے داخل ہونے سے قبل اور بعد کے حوالے سے کرتے ہیں۔
- حضرت ارقمؓ ان لوگوں میں سے جو اسلام کی دولت سے سرفراز ہوگئے تھے اور انھوں نے شروع میں ہی اپنے مکان کو تعلیمی، تربیتی اور دعوتی سرگرمیوں کے لیے وقف کردیا تھا۔ جو مکی دور میں اسلام کی نشرواشاعت کا اہم ترین مرکز قرار پایا۔
- مورخین کے مختلف بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کی مدت ایک سال سے بہرحال زائد تھی۔
- کفار مکہ مسلمانوں کے دارارقم میں پناہ گزیں ہونے سے پوری طرح واقف تھے؛ تاہم دارارقم کی اندرونی سرگرمیوں اور منصوبہ بندیوں سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔
- شعب ابی طالب میں صحابۂ کرامؓ کی موجودگی کا بھی واضح طور پر اشارہ ملتا ہے۔ محصوری کے اس دور میں جس قدر وحی نازل ہوئی، یقیناً شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابۂ کرامؓ کو اس کی تعلیم دی ہوگی اور یہاں صحابۂ کرامؓ بھی دینی امور پر تبادلۂ خیال کرتے ہوں گے۔ اس لحاظ سے شعبِ ابی طالب کو بھی مکی عہدِ نبوت کا ایک دعوتی مرکز قرار دیا جاسکتا ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ تین سال تک تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔

❁ آخری بات یہ ہے کہ ہمیں موجودہ زمانے میں حضور ﷺ کے اُسوہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے، سطورِ بالا میں، مکی دور میں اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوتی مساعی کو بڑی حکمت اور مصلحت سے پیش کیا ہے آپ کا یہ اسوہ تمام انسانیت کے لیے نمونہ ہے۔

❁ ❁ ❁

حوالہ جات

(۱) صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر الصدیق فی عہد النبی ﷺ

(۲) ابن ہشام۔ دخول ابی بکرؓ فی جوار ابن الدغنہ ورد جوارہ علیہ، ۱/ ۴۱۱

(۳) ابن ہشام، اسلام عمر بن الخطابؓ ۱/ ۳۸۲

(۴) السیرۃ الحلبیۃ، ۲/ ۱۳

(۵) السمہودی، نورالدین علی بن احمد السیرۃ الجیلیہ'' ۲/ ۱۳ دارالعفائس۔ الریاض

(۶) ابن ہشام، خبر الصحیفۃ۔ ۱/ ۲۸۸

(۷) الروض الانف، حدیث نقض الصحیفۃ، ۱/ ۲۳۲، حلیۃ الاولیا، تذکرہ سعد بن ابی وقاص، ۱/ ۱۳۵، ۱۳۶

(۸) المسند، حدیث عتبہؓ بن غزوان، ح: ۲۰۰۸۶، ۲۲/ ۵۲۔ الاستیعاب، تذکرہ عتبہ بن غزوان ۳/ ۱۰۲۶۔ حلیہ الاولیا، تذکرہ سعد بن ابی وقاص، ۱/ ۱۳۴

(۹) اسد الغابہ، تذکرہ ارقم بن ابی ارقم، ۱/ ۶۰

(۱۰) المستدرک۔ تذکرہ ارقم بن ابی الارقم ۳/ ۵۰۲

(۱۱) ابن سعد تذکرہ ارقم بن ابی ارقم۔ ۳/ ۲۴۳

(۱۲) ابن ہشام مبادأۃ رسول اللہ ﷺ قومہ وما کان منھم، ۱/ ۲۳۶

(۱۳) المستدرک تذکرہ ارقم بن ابی ارقم، ۳/ ۵۰۲

(۱۴) الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک'' ۳/ ۱۲۳۰

(۱۵) ابن عبدالبر ''الاستیعاب الاصحاب'' تذکرہ ارقم بن ابی الارقم ۱/ ۳۱۔ دار الجلیل بیروت ۱۹۹۲ء

(۱۶) ابن ہشام اسلام عمر بن الخطابؓ ۱/ ۳۸۳۔ الکامل فی التاریخ ۲/ ۵۸

(۱۷) ابن ہشام، ذکر الہجرۃ الاولی الی ارض الحبشۃ، ۱/ ۳۵۸

(۱۸) ایضاً اول من جہر بالقرآن، ۱/ ۳۵۱

(۱۹) تفصیل کے لیے ''اسد الغابہ'' میں ان صحابۂ کرامؓ کے تراجم ملاحظہ کیجیے

(۲۰) ابن سعد،۳/ ۱۱۵،۳،۲۷۳،۴۲۵

(۲۱) حلیۃ الاولیا،۱/۱۹۲۔۱۹۵

(۲۲) الکامل فی التارخ،۲/ ۵۸

(۲۳) زادالمعاد،۲/ ۱۰۰۔ تاریخ الامم ولملوک،۱/ ۹۵

(۲۴) اسد الغابہ تذکرہ عمار بن یاسرؓ ۴/۴۴

(۲۵) ایضاً

(۲۶) ایضاً

(۲۷) الاصابہ، تذکرہ حمزہؓ بن عبدالمطلب ،۱/۳۵۴

(۲۸) الاصابہ، تذکرہ حمزہؓ بن عبدالمطلب ،۱/۴۶

(۲۹) ابن حجر، ابوالحسن، احمد بن علی ''فتح الباری'' کتاب فضائل الصحابہ، مناقب عمر بن الخطاب ، ۷/ ۴۸ ، دارالمعرفہ بیروت

❁ ❁ ❁